

سوشلزم کو تو جانے دیجئے جس کا خمیر ہی اللہ، رسول اور مذہب سے بغاوت کی خاطر اٹھایا گیا ہے، جمہوریت جمہوریت سے آسمان سر پر اٹھانے والے اور اسے مسلمان قوم کی ساری مصیبتوں کا علاج سمجھنے والے بھی ذرا سوچیں کہ اس جمہوریت نے ہمیں کہاں تک پہنچا دیا۔! مشرقی پاکستان کی مثال ہمارے سامنے ہے، سیلون مانم کر رہا ہے، پنجاب اور سندھ میں عقل و خرد کا جنازہ نکل چکا ہے، جمہوریت کی دھن میں اگر ہم نے جو کچھ تعمیر کیا دوسرے ہی لمحے سبھیانی ہوئی بڑھیا کی طرح اپنے کاتے ہونے کو بکھیر دیا۔ ہماری نگاہ غفلت شعار پہلے ہی لمحہ اس حقیقت پر جا کر ٹھہر جاتی کہ مسلمان قوم کیلئے عصر حاضر کے سوشلزم اور جمہوریت دونوں ہی ہم قاتل ہیں۔ اگر ایک کفر ہے تو دوسرا اس سے بڑھ کر کفر۔ تو آج ہم اس مقام تک نہ پہنچتے اسلام کہتا ہے کہ تشریح اور قانون سازی کا حق صرف اور صرف اللہ کو ہے ہم قانون بنانے والے نہیں قانون دان ہیں۔ اس کا اعلان ہے کہ خلق اور امر کے سارے سر رشتے اس کے ہاتھ میں ہیں۔ اللہ المخلق والامر۔ ولایشرك فی حکمہ احداً۔ یقولون لو کان لنا من الامر من شیء قل ان الامر کلہ للہ۔

اس کی نگاہ میں برائی برائی ہے خواہ اس کو اچھائی کہنے والوں سے ساری دنیا کیوں نہ بھر جائے۔ وہ انسانوں کو گنتا نہیں تو لٹا ہے۔ کیا ہماری قوم اور وہ لیڈران کرام جن کا اور صننا اسلام اور بھوننا جمہوریت ہے۔ اس تلخ ترین انجام سے کچھ سبق سیکھ سکیں گے۔؟

مولانا محمد علی جانندھری اللہ کو پیارے ہو گئے، جہادِ حریت کا نڈر سپاہی اور عقیدہ ختم نبوت کا جاننا دشیدائی اور فدائی بھی ہم سے مبداء ہو گیا۔ مجلس احرار اسلام کی سیخ ہو یا مجلس تحفظ ختم نبوت کی مسند امارت، جنگ آزادی ہو یا تعمیر وطن کا کوئی دوسرا موقع، یہ سر پایا اخلاص و درود مجاہد ہر میدان میں شعلہ جوالہ بن کر حق کی حفاظت کے لئے چمکتا رہا۔ آخری زندگی تو عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت اور دفاع ہی کے لئے وقف ہو کر رہ گئی تھی۔ اور یہاں تک کہ جان، جان آفرین کو سپرد کرتے وقت آخری الفاظ جو زبان مبارک سے سنے گئے، وہ "اے اللہ ختم نبوت" تھے۔ آہ جانے والے اکابر ہمارے لئے اخلاص، جوش و خروش، دینی حمیت، مقصد سے شغف، ولولہ، اور سوز اور بلہیت کے کیسے کیسے نمونے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ حالیہ انتخابات میں جب ایک سیاسی پارٹی نے ہوس اقتدار میں چند قادیانیوں کو بھی اپنی پارٹی ٹکٹ پر نامزد کیا تو مولانا بیچین اور مضطرب ہو کر میدان میں کود